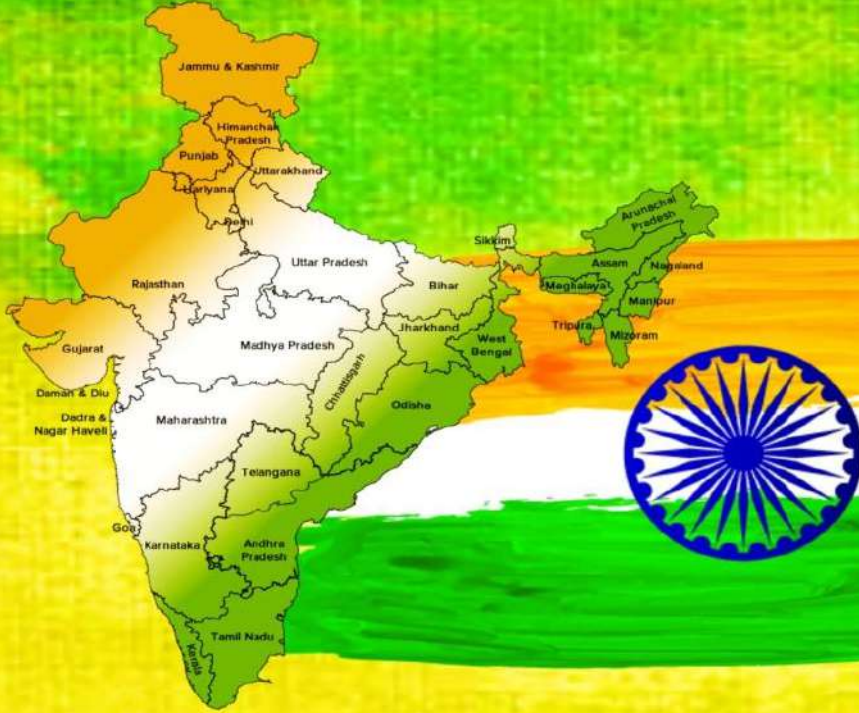


جسوع کرنا

خطیب بزرگ ۳۹



ہمارا خون بھی شامل یہاں کی مٹی میں

عطاء المصطفیٰ مصباحی

مرتب

ناشر

مجلس علم کا اجہار کھنڈ

ڈائریکٹر
مخدومہ ریزہ رضوی مصباحی

AZhari Graphics Design



9572198728
9304725724

بیادگار

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

حضرت مفتی انور نظامی مصباحی

زیر صلاہت

حضرت مفتی مجاہد حسین رضوی مصباحی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عرفان عالم مصباحی

زیر ہدایت

حضرت مولانا قطب الدین رضوی

زیر حمایت

حضرت مولانا حبیب عالم رضوی

زیر قیادت

حضرت حافظ عبدالمبین رضوی

زیر عنایت

سوغات جمعہ

مجلس
ادارت

- مفتی شاہد رضا مصباحی
- مفتی قطب الدین رضا مصباحی
- مولانا طفیل احمد مصباحی
- مفتی صفی اللہ مصباحی
- مولانا ابو ہریرہ مصباحی
- مفتی فیضان سرور مصباحی
- مولانا طارق انور مصباحی
- مفتی داؤد علی مصباحی
- مفتی شہباز احمد مصباحی

مجلس است
مشافہت

مولانا ناصر علی رضوی
مفتی فیصل رضا مصباحی
مفتی شمیم اختر مصباحی
مولانا غلام ربانی مصباحی
مولانا جاوید اختر مصباحی
مولانا عطاء المصطفیٰ مصباحی
مولانا یونس رضا مصباحی

مولانا فیضان رضا علیمی
مفتی رجب علی مصباحی
مفتی روشن ازہری مصباحی
مولانا احمد رضا مصباحی
مولانا مشاہد رضا مصباحی
مولانا شمس الزماں جامعی
مولانا مناظر حسن مصباحی

مولانا احسان الحق مصباحی
مولانا شاداب مصباحی
مفتی رضوان احمد مصباحی
مفتی عبد الوکیل مصباحی
مفتی عاقب جاوید مصباحی
مولانا توفیق عالم مصباحی
مولانا وقار احمد مصباحی

مولانا حبیب اختر مصباحی
مفتی ناصر حسین مصباحی
مفتی عالم نوری مصباحی
مفتی سخاوت علی مصباحی
مفتی امام الدین مصباحی
مفتی پرویز عالم مصباحی
مفتی فیض اللہ مصباحی

9199247426
6299758276

پیشکش المصباح پرنٹنگ پریس

ناشر:- مجلس علمائے جہارکھنڈ

یوم آزادی کے موقع پر خصوصی تقریر

ہمارا خوں بھی شامل یہاں کی مٹی میں

الحمد لولہ و الصلاة والسلام علی نبیہ و علی آلہ و صحبہ.

أما بعد! فأعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَاعْتَبِرُوا يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

آمَنَّا بِاللّٰهِ صدق اللہ العلی العظیم و بلغنا رسولہ النبی الامین الکریم و نحن علی ذلک لمن

الشاہدین و الشاکرین. و الحمد للہ رب العالمین

باوقار حاضرین مجلس! رب تبارک و تعالیٰ کا بے پناہ فضل ہے کہ اس نے ہم سب کو انسان بنایا اور ایمان کی دولت سے مالا مال

فرمایا ساتھ ہی ساتھ بے شمار نعمتوں کا فیضان فرما کر زندگی کی پڑمردہ کلیوں کے لیے شگفتگی کا سامان فراہم کیا۔

چند اشعار پیش ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

جس دن در رسول پہ جانا نصیب ہو
ہوگی ہمارے واسطے وہ شاندار صبح

آقا کے در کی دیکھ لوں میں پر بہار صبح
آئے مری حیات میں یوں نور بار صبح

کورونا کی وبا کا ہو دروازہ جس سے بند
ہو جائے جلد یا خدا وہ آشکار صبح

تشریف آوری مرے آقا کی جب ہوئی
ان پر ہوئی تھی قلب و جگر سے نثار صبح

چمکا ہو شمس گر مرے بخت حیات کا
سب کو عطا ہو ایسی خدا زوردار صبح

شہر مدینہ دیکھنے والوں نے یہ کہا
کیا نور بار شام ہے کیا جلوہ بار صبح

ہے التجا عطا کی یہ صبح و مسا خدا
شہر نبی کی دیکھ لے بس خو شگوار صبح

آئیے ہم تمام حضرات مل کر شافع ام، دافع رنج و الم، سید عرب و عجم، واقف اسرار لوح و قلم، نور مجسم محمد عربی صلی اللہ علیہ

وسلم کی بارگاہ عقیدت و محبت میں درود و سلام کا پاکیزہ گلدستہ پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کریں:

صلی اللہ علی النبی الامی و آلہ صلی اللہ علیہ وسلم

محترم سامعین کرام! ہم سب کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ ہمارے درمیان جو مہینہ جلوہ فگن ہے اسے انگریزی کیلنڈر کے حساب سے اگست کے نام سے جانا جاتا ہے اور اگست کا نام آتے ہی ہر ہندوستانی کے ذہن و فکر میں وہ دن گردش کرنے لگتا ہے جو بے شمار حوادث سے مرصع اور ڈھیروں قربانیوں سے مزین ہے بلفظ دیگر جو تاریخ کے صفحات میں دل دوز سوانح کا جامع ہے۔ بلاشبہ اس دن کو یوم آزادی کہا جاتا ہے۔ ارباب بصیرت و بصارت پر مخفی نہیں کہ یوم آزادی کا حسین تحفہ یوں ہی نہیں ملا بلکہ جب ہزار ہا ہزار افراد کے خون کو پانی سے کہیں زیادہ بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ بہایا گیا تب یہ عظیم تحفہ حاصل ہوا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب مجاہدین آزادی نے ناقابل فراموش قربانیوں کی سوغات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ نکالیف و شدائد سے لبریز آزادی کی راہ میں مشکل و مصائب کا خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا تب یہ عظیم تحفہ یوم آزادی کی شکل میں ہمیں میسر آیا۔ بلاشبہ مجاہدین آزادی کا نام سنتے ہی عالم تصور میں ان ہزاروں علمائے کرام کی بے مثال قربانیوں اور ان کے لاجواب کارناموں کی طرف نظر جاتی ہے جنہوں نے قوم کی سربلندی اور مادر وطن کی حفاظت و صیانت کے لیے اپنی پیاری پیاری جانوں کی قربانیاں پیش کر دیں۔ آئیے آج کی اس مختصر سی تقریر میں ان ہی مجاہدین علمائے باوقار کے زریں کارناموں کو یاد کر کے ان کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کیا جائے اور حقیقی مجاہدین آزادی سے دنیا کو پردہ خفا میں رکھنے کے لیے باطل طاقتوں کے ذریعے کی گئی سازشوں کو کچل کر کے ان کی حقیقی خدمات سے دنیا کو روشناس کیا جائے۔

* تاریخ آزادی اور مسلمانوں کی قربانی ایک نظر میں: *

جب ہم تحریک آزادی کا مطالعہ کریں گے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ تین ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلے دور کو "اعتدال پسندوں کا دور" کہا جاتا ہے جس کی ابتدا ۱۸۸۵ء سے ہوتی ہے اور انتہا ۱۹۰۵ء پر ہوتی ہے۔ دوسرے دور کو "انتہا پسندوں کے دور" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کا آغاز ۱۹۰۵ء سے ہوتا ہے اور اختتام ۱۹۱۹ء پر ہوتا ہے اور تیسرا "گاندھیائی دور" سے شروع ہو کر ۱۹۴۷ء میں آزادی ہند پر ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اسلام نے تحریک آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے ہی شروع کر رکھی تھی لیکن باضابطہ طور سے اس کا اعلان ۱۸۵۷ء ہی میں دہلی کی جامع مسجد سے "فتوے جہاد" جاری کرنے کے بعد کیا۔ ان کی کوششوں کو دیکھ کر صرف مسلم ہی نہیں بلکہ غیر مسلم ہندوستانی بھی نہایت تیزی کے ساتھ اس تحریک میں شامل ہونے لگے۔

گویا کہ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بانی درحقیقت اس وقت کے مسلمان علمائے کرام ہی تھے۔ لہذا یہ حقیقی تاریخ کا اظہار ہے کہ تحریک آزادی کے بانی اور محرک مسلمان تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حقیقت پسند غیر مسلم مؤرخین مثلاً ڈاکٹر تارا چند، پی سی جوشی وغیرہ اور اسلام مخالف انگریز تاریخ نگاروں کے بیان کردہ حقائق سے بھی اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ "ہنٹرنامی" انگریز مؤرخ کی اس کتاب سے واضح ہو جاتا ہے جو مسلمانوں کی مجموعی مجاہدانہ سرگرمیوں پر لکھی گئی ہے اور جس میں آزادی کی کوششوں میں ہر محاذ پر مسلمانوں اور ان کے مذہبی قائدین کو پیش پیش دکھایا گیا ہے۔ ہنٹرنے لکھا: "جو مسلمان زیادہ متعصب ہیں وہ تو کھلم کھلا بغاوت میں حصہ لے رہے ہیں اور باقی تمام بھی علانیہ جہاد کی فریضیت پر بحث میں مصروف ہیں۔ شیعہ جماعت بھی جو ہندوستان میں بہت ہی اقلیت میں ہے کچھ نہ کچھ شائع کرتی رہتی ہے۔"

مذکورہ انگریزی مؤرخ کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ علمائے کرام کی شرکت تحریک آزادی میں کس قدر تھی اور غیروں کی کس قدر۔

مادر وطن اور انگریزوں کے خوں چکاں مظالم:

ہمارا وطن ہندوستان ہے۔ اس کی خوب صورتی کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ مختلف مذہب و مسلک اور گونا گوں تہذیب و ثقافت کا حسین گہوارہ ہے۔ بلاشبہ یہ ایک دلکش گلشن ہے جو اپنے ہر پھول کی امتیازی خوشبو سے مشک بار ہے۔ یقیناً صفحات ماضیہ کے وسیع و عریض پلاٹ پر ہمارے ملک عزیز کی لمبی تاریخ اور طویل داستان پھیلی ہے جو اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ہمارا یہ وطن عزیز جو آج چمن زار ہے اسے گلزار بنانے کی خاطر اس میں بے شمار پھولوں کی لاجواب قربانیاں مضمر ہیں۔ آج ہم جو اپنے مادر وطن کے گوشے گوشے اور خطے خطے میں فرحت و مسرت اور عزت و وقار کے ساتھ آزادی کی سانس لے رہے ہیں، یہ درحقیقت ان مجاہدین آزادی کی سعی پیہم اور جہد مسلسل کی پاکیزہ جاں نثاریوں کا ثمرہ ہے کہ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ تحریک آزادی میں قائدانہ اور نمایاں کردار ادا کیا بلکہ اپنی رگ و پے میں دوڑنے والے خون کے آخری قطرے کو بھی بہادیا، تاکہ غلامی کی بد نمازنجیر کو چاک کرتے ہوئے اپنے وطن میں آزادی اور حریت کی لہر دوڑائی جاسکے۔ مجاہدین آزادی کے جسم سے نکلے ہوئے خون سے لت پت صفحات ماضیہ اور جاں نثاران آزادی کی خون چکاں داستان سے رنگین کتاب ایثار کی ورق گردانی کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وقت کا یہ دل دوز تاریخی سانحہ ہے کہ مؤرخین نے مجاہدین آزادی کی صف میں مشہور و معروف لیڈران اور نام نہاد قائدین کا ذکر تو کیا لیکن علمائے اہل سنت کی جاں فشانوں سے چشم پوشی اور حقیقت سے روگردانی کی ہے اور پھر یہ تاریخی خیانت اور نا انصافی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جاں نثاران آزادی کی فہرست سے انھیں بڑی بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ اس طرح محو کیا کہ اسکولوں اور کالجوں کی تاریخی کتابوں میں ان کی ناقابل فراموش قربانیوں کی جھلک تک نظر نہیں آتی۔ جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوا کہ غیر تو غیر جب اپنوں سے بھی آزادی کے باب میں علمائے اہل سنت کے زیر کار نامے کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے تو وہ انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور اپنی نا آشنائی کا پتہ دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب فقط ان کے اسما کا بھی ذکر کیا جاتا ہے تو بھی بچشم تعجب و حیرت اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

آئیے تاریخی صفحات کی ورق گردانی کرتے ہوئے ہم ان ایام کی طرف پلٹیں جب تن کے گورے اور من کے کالے انگریز اور انگریز زادے ہندوستان میں تجارت کرتے کرتے اسی سرزمین پر حکومت کرنے کا خواب ذہن و فکر میں بسا کر اسے عملی جامہ پہنانے اور اپنے فارمولے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کو مکمل کرنے کے لیے ہمہ تن کوشاں تھے۔ انھوں نے اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے متعدد کارہائے نازیبا کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مذہبی اختلافات و علامات کو نیست و نابود کر کے کفر و شرک اور الحاد کی تاریک فضا قائم کرنی چاہی۔ حتیٰ کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت برادران وطن کے درمیان قائم شدہ اتفاق و اتحاد کی زنجیر کو اختلاف و انتشار کی قینچی سے کترنا شروع کیا۔ مذکورہ سازش کو پروان چڑھانے کے لیے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے حقیقی چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی یہاں تک کہ مسلمانوں کو ایک عظیم سنت کی ادائیگی یعنی ختنہ کرانے سے روکنے اور پردہ نشیں خواتین کا پردہ چاک کرنے کی ناروا کوشش کی گئی، اتنا ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مسلمانوں کو سور کی چربی والے اور ہندوؤں کو گائے کی چربی والے کار توں کو منہ سے کاٹنے پر مجبور کیا گیا۔

ایسے المناک ماحول میں علمائے اہل سنت اپنے سامنے اسلامی تعلیمات کی پامالی کے مناظر تماشائی بن کر دیکھنا کیسے گوارا کر سکتے تھے اور وطن عزیز سے سچی محبت و الفت رکھنے والے برادران وطن ملک کے روح فرسا حالات دیکھ کر چپ رہنا کیسے پسند کر سکتے تھے۔

لہذا محبان وطن کے اظہار عقیدت کے ساتھ ساتھ علمائے کرام نے اپنی نبوی وراثت اور وطن سے محبت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے ملک کو شاہراہ آزادی پر گامزن کرنے کے لیے بے مثال جاں فشانی پیش کی جسے پڑھنے کے بعد آج بھی کلیجہ منہ کو آجاتا ہے اور آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ لیکن افسوس! صد افسوس! ان غیر منصف مؤرخین پر جنہوں نے حقیقت سے آنکھیں چرا کر تاریخی بے وفائی کی مثال پیش کرتے ہوئے علمائے کرام کی بے مثال جاں فشانی کو تاریخ کے سنہرے صفحات میں منقش نہ ہونے دیا۔

حقیقت سے آشنا ہونے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کا مکمل تاریخی سانحہ علمائے اہل سنت کی جاں نثاری اور جاں فشانی سے رنگین ہے۔ ان کی بے مثال قیادت اور لاجواب خدمات کی بنیاد پر انگریزوں نے انہیں پر سب سے زیادہ لرزہ خیز مظالم کی بارش کی۔ اور دل دوز اذارسانی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ یہ کوئی زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ حقائق و شواہد کی ترجمانی ہے۔ ان پر ڈھائے گئے ظلم و ستم کی منظر کشی مشہور و معروف کتاب بنام "ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء" میں ایک انگریزی فوجی افسر، ہنری کوٹن کے بیان کے ذریعے اس طور پر کی گئی ہے کہ: "دہلی دروازہ سے پشاور تک، گریٹر ٹرنک روڈ کے دونوں ہی جانب شاید ہی کوئی خوش قسمت درخت ہوگا، جس پر، انقلاب ۱۸۵۷ء کے رد عمل اور اسے کچلنے کے لیے ہم نے ایک، یا دو عالم دین کو، پھانسی پر، نہ لٹکایا ہو۔ ایک اندازہ کے مطابق، تقریباً، بائیس ہزار علمائے کرام کو، پھانسی دی گئی۔" مزید ان کے ظلم و ستم کی داستان مذکورہ کتاب میں اس طرح مرقوم ہے: "مسلم مجاہدین کے نام سے لکھی گئی اپنی کتاب میں ایک غیر مسلم مؤرخ لکھتا ہے: "ایک اندازہ کے مطابق، ۱۸۵۷ء میں پانچ لاکھ مسلمانوں کو پھانسیاں دی گئیں۔ جو بھی معزز مسلمان، انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا، اس کو، ہاتھی پر بٹھایا گیا اور درخت کے نیچے لے گئے۔ اس کی گردن میں، پھند ڈال کر ہاتھی کو آگے بڑھایا گیا۔ لاشیں، پھندے میں، جھول گئیں، آنکھیں، اہل پڑیں، اور زبان منہ سے باہر نکل آئی۔"

انگریزوں کی طرف سے علمائے کرام پر ڈھائے گئے مظالم کے متعلق ماہ نامہ اشرفیہ میں بھی یہ بات نظر سے گزری کہ "لال قلعہ سے لے کر چاندنی چوک تک علما کی لاشیں لٹک رہی تھیں۔ کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر علمائے کرام مصلوب نہ ہوں۔ حریت ہند میں تقریباً پانچ لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ مزید یہ کہ دہلی کے ایک اخبار نویس "چینی لال" نے علمائے اہل سنت کے کردار کو کچھ اس طرح سراہا ہے: "علمائے دین نے تمام شہروں کے مسلمانوں کو جمع کر کے انگریزوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ کفار کو قتل کرنے سے اجر عظیم ملتا ہے۔ ہر مسلمان ان کے علم کے نیچے آگیا۔"

تاریخ کے اوراق کا جائزہ لیا جائے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۷ء تین سال تاریخ کے بڑے دل دوز سال ہیں۔ ان تین سالوں میں تقریباً ۱۴ ہزار علمائے کرام کو سولی پر چڑھایا گیا اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ علما کو سوروں کی کھالوں میں بند کر کے جلتے ہوئے تنوروں میں ڈالا گیا اور علما کے جسموں کو تانبوں سے بھی داغا گیا۔ لاہور کی شاہی مسجد کے صحن میں انگریزوں نے پھانسی کا پھندہ بنایا۔ غایت افسوس کی بات یہ کہ ایک دن میں اسی [۸۰] اسی [۸۰] علمائے کرام کو پھانسی دی جاتی تھی۔ لاہور کے دریائے راوی میں اسی علما کو بوریوں میں بند کر کے ڈالا جاتا تھا اور اوپر سے گولیوں کا نشانہ بھی بنایا دیا جاتا تھا۔

ابھی سے کیوں چھلکتے ہیں تمھاری آنکھ میں آنسو

ابھی چھیڑی کہاں ہے داستان درد دل ہم نے

مذکورہ عبارتوں کے پیش نظر یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں بالخصوص علمائے اہل سنت پر کس کس طریقے کے مظالم کی مہم چلائی۔ سچ تو یہ ہے کہ بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ جس وحشیانہ ظلم و ستم کا ارتکاب کیا گیا، اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ کے خون چکاں اوراق دست بستہ عاجز و قاصر ہیں۔

مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم کا اندازہ مسٹر نکلسن کے خط سے لگایا جاسکتا ہے اور ان باتوں سے بھی جنہیں مسٹر ڈی لین نامی جرنلسٹ نے اپنے ایک آرٹیکل میں لکھا: زندہ مسلمانوں کو، سور کی کھال میں سینا، یا پھانسی سے پہلے، ان کے جسم پر سور کی چربی ملانا یا زندہ، آگ میں جلانا۔ یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بد فعلی کریں۔ ایسی مکروہ اور مستقمانہ حرکات کی، دنیا کی کوئی بھی تہذیب کبھی اجازت نہیں دیتی۔ ہماری گردنیں، شرم و ندامت سے جھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسی حرکات عیسائیت کے نام پر ایک بد نما دھبہ ہیں۔

مسٹر نکلسن نے اپنے ایک خط بنام مسٹر ایڈورڈز میں لکھا ہے: دہلی میں انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کے خلاف ہمیں ایک ایسا قانون، پاس کرنا چاہیے، جس کی رو سے ہم، ان کو زندہ ہی جلا سکیں۔ یا زندہ ان کی کھال اتار سکیں۔ یا گرم سلاخوں سے اذیت دے کر ان کو فنا کے گھاٹ اتار سکیں۔ ایسے ظالموں کو محض پھانسی کی سزا سے ہلاک کر دینے کا خیال ہی مجھے دیوانہ کیے دیتا ہے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ کاش، میں دنیا کے کسی ایسے گمنام گوشے میں چلا جاؤں جہاں مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں حسب ضرورت سنگین انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکال سکوں۔

انگریزوں کا خوف و دہشت میں مبتلا ہونا:

عزیزانِ ملت اسلامیہ!

غم و اندوہ سے رنگین صفحات ماضیہ کا طائرانہ جائزہ لیتے وقت اس عظیم مرد مجاہد، شیر میسور سلطان ٹیپو کی بے مثال شہادت کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے جن کے بارے میں مذکورہ کتاب کے مطالعاتی جائزے سے یہ واضح ہوا کہ سلطان ٹیپو نے انگریزوں سے لڑتے ہوئے میدان کارزار میں جام شہادت نوش فرمایا اور بعد شہادت انگریز کمانڈر نے اپنی خوشی کا اظہار اس اعلان کے ساتھ کیا کہ "آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔" یقیناً انگریزوں کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ سلطان ٹیپو کی بہادری اور شیردلی کی واضح دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی ذات سے انگریزوں کی ہیبت و دہشت کی کھلی مثال بھی ہے۔ صفحہ تاریخ اپنی آغوش میں اس شیردل بہادر کی زبان سے نکلے ہوئے جملے "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے" کو محفوظ کر کے آج بھی دنیا کو جذبہ ایثار کی بے مثال دعوت پیش کر رہا ہے۔

علمائے کرام نے اپنی نگرانی میں عوام کی قیادت فرمائی اور آزادی کی تحریک کو نہایت منصوبہ بندی اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ آگے بڑھایا اور یقیناً علمائے کرام کا ایسا کرنا مخالفین کی تشویش کا باعث تھا جیسا کہ برطانوی جاسوس "مسٹر ہمفرے" نے اپنی بے اطمینانی کے اسباب بتاتے ہوئے لکھا: "مسلمان علما بھی ہماری تشویش کا باعث تھے۔ یہ لوگ اس قدر متعصب تھے کہ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھے۔ بادشاہ اور امرا سمیت تمام افراد ان کے آگے چھوٹے تھے۔"

دہلی کے رنج افزا مناظر:

دہلی کے خوف ناک مناظر کو ممتاز علمائے انقلاب نامی کتاب میں لارڈ رابرٹس کے حوالے سے یوں بیان کیا گیا ہے: ایک انگریز کمانڈر لارڈ، رابرٹس دہلی کی ایک وحشت ناک اور خوف ناک منظر کشی پیش کرتے ہوئے، بیان کرتا ہے: "صبح کی ابتدائی روشنی میں دہلی سے کوچ کا وہ مرحلہ بڑا ہی دردناک تھا۔ لال قلعہ کے لاہوری دروازے سے نکل کر ہم، چاندنی چوک سے گذرے۔ دہلی حقیقتاً شہر خموشاں معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے اپنے گھوڑوں کی سموں کی آواز کے سوا کوئی آواز کسی سمت سے نہ

آتی تھی۔ ایک بھی زندہ مخلوق ہماری نظر سے نہیں گزری۔ ہر طرف نعشیں بکھری پڑی تھیں۔ ہر نعش پر، وہ حالت، طاری تھی جو موت کی کٹکٹش نے طاری کر دی تھی۔ ہر نعش تجزیہ و تحلیل کے مختلف مراحل میں تھی۔ ہم، چپ چاپ چلے جا رہے تھے۔ یا سمجھ لیجیے کہ بے ارادہ، زیر لب باتیں کر رہے تھے۔ تاکہ انسانیت کی ان دردناک باقیات کی استراحت میں خلل نہ پڑے۔ جن مناظر سے ہماری آنکھیں، دوچار ہوئیں، وہ بڑے ہی رنج افزا تھے۔ کہیں کوئی کتا، کسی نعش کا برہنہ عضو منبھوڑ رہا ہے۔ کہیں کوئی گدھ، ہمارے قریب پہنچنے پر اپنی گھناؤنی غذا، چھوڑ کر پھڑپھڑاتے پروں سے ذرا دور چلا جاتا۔ لیکن، اس کا پیٹ اتنا بھر چکا تھا کہ اڑ نہ سکتا تھا۔ اکثر حالتوں میں مرے ہوئے، زندہ معلوم ہوتے تھے۔ کسی کے ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے، جیسے کسی کو اشارہ کر رہا ہو۔ دراصل، یہ پورا منظر، اس درجہ بھیانک تھا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہماری طرح گھوڑوں پر بھی خوف، طاری تھا۔ اس لیے وہ بھی بدک رہے تھے اور نتھنے پھلا رہے تھے۔ پوری فضا، ناقابل بیان حد تک بھیانک تھی، جو بڑی مضربہاری اور بدبو سے لبریز تھی۔

علمائے کرام کی شرکت:

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ و دیگر مشائخ عظام کی فکری غذا کو حاصل کرنے کے ساتھ ان کے نقوش ہدایات کی پاکیزہ شاہ راہ پر چل کر جن علمائے کرام و مجاہدین نے ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا ان کے چند اسمائے گرامی ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء میں یوں مرقوم ہیں: "انقلاب ۱۸۵۷ء کی قیادت، اس دور کے مشاہیر علما و آئیے کرام نے صرف فتوایے جہاد نہیں بلکہ اپنی عاجلانہ منصوبہ بندی اور عملی کوششوں کے ذریعے بھی کی تھی۔ بہادر شاہ ظفر و جزل بخت خاں روہیلہ و شہزادہ فیروز شاہ اور نواب مجد الدین عرف محمود خاں مراد آبادی وغیرہ نے جو کچھ عسکری اقدامات کیے ان کے پیچھے جن علمائے کرام کا ہاتھ تھا ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: مفتی صدر الدین، آزادہ، دہلوی، علامہ فضل حق، خیر آبادی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا سید احمد اللہ شاہ، مدراسی، مفتی مظہر کریم، دریابادی، مولانا سید کفایت علی، کافی مراد آبادی، مفتی عنایت احمد، کاکوروی، مولانا رحمت اللہ، کیرانوی، مولانا ڈاکٹر وزیر خاں، اکبر آبادی، مولانا وہاب الدین، مراد آبادی، امام بخش، صہبائی، دہلوی منشی رسول بخش، کاکوروی، غلام امام شہید، امیر مینائی، منیر شکوہ آبادی وغیرہم۔" مسلک اہل سنت کے ان چند مشائخ، شعر اور ادبا کا تذکرہ سماعت فرمائیں جنہوں نے اپنے علمی، عملی، فنی، فکری اور قلمی جہاد کے ذریعے ہندوستان میں ہر چہار جانب انگریزی حکومت کے خلاف شعلہ بھڑکایا اور جن کی تحریک سے ہر طرف انگریزوں کے خلاف نفرت و بیزاری پھیلی۔

* تحریک آزادی کے آئیے: *

خواجہ محراب شاہ قلندر گوالیری، خواجہ قطب الدین دہلوی، خواجہ احمد سعید نقشبندی دہلوی، سید محمد قاسم شاہ دانا پوری، حضرت بابانگاہی شاہ شہید چنیوٹی، حضرت مخدوم حافظ جمال اللہ والدین ملتانی، خواجہ منشی غلام حسین شہید، حضرت مخدوم شاہ محمد بدایونی، حضرت مخدوم حافظ عبدالعزیز، حضرت پیر شاہ بولن قادری شہید، خواجہ سید عبدالنبی شاہ ملتانی شہید، خواجہ خدا بخش، خواجہ غلام فرید وغیرہم قدس سرہم۔

* تحریک آزادی کے شعرا: *

مولانا رضی الدین شہید بدایونی، مولانا اعجاز حسین سوز شہید، منشی محمد اسماعیل منیر شکوہ آبادی، مولانا فضل احمد اسیر دہلوی، میر

حسن تسکین دہلوی، مفتی رضاعلی خان بریلوی، محمد یعقوب علی آباد چشتی شہید، سید برہان الدین آثمی دہلوی شہید، رفیع الدین خان لکھنوی شہید، مولانا ملتانی وغیرہم۔ (ماہ نامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۴۶، ۴۷)

* چند علمائے کرام کے مختصر حالات زندگی:

ذیل کی سطروں میں اختصار کے ساتھ چند علمائے کرام کے مختصر حالات زندگی کے پائیزہ نقوش ملاحظہ فرمائیں:

*** علامہ فضل حق خیر آبادی:** آپ کی ولادت دہلی میں ۱۲۱۲ء میں ہوئی۔ آپ نے تمام علوم مروجہ ۱۲ سال کی عمر میں حاصل کر لی۔ جب انگریزوں نے ظلم و ستم کی فضا قائم کرنی چاہی تو اسے روکنے کے لیے اور ہندوستان میں جہاد کی روشنی پھیلانے کے لیے دہلی کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن آپ نے ایک تقریر کی اور جہاد کے فتوے کو بھی مرتب کیا جس پر آپ کے علاوہ متعدد علمائے اسلام و قائدین نے دستخط کیے۔ سلسلہ دراز ہوتا گیا یہاں تک کہ ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے خلاف مقدمہ بھی چلایا گیا۔ اسی پر حد نہیں بلکہ جہاد کا فتویٰ دینے اور مجاہدین میں جذبہ حریت پیدا کرنے وغیرہ کے جرم میں آپ کی جائداد ضبط کر لی گئی اور تاحین حیات جزیرہ انڈمان کی سزا بھی سنا دی گئی۔ آخر کار علم و فضل کا یہ نیر تاباں اپنی روشنی بکھیر کر ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو جہان غربت میں غروب ہو گیا۔

*** مفتی صدر الدین آذرہ:** آپ کی پیدائش ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء کو دہلی میں ہوئی۔ آپ علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ آپ نے مشائخ کرام کے چشمہ علم و فن سے یوں سیرابی حاصل کی کہ کم عمر ہی میں آسمان علم و فضل کا درخشندہ ستارہ بن کر چمکنے لگے۔ آپ کو علم قرآن و حدیث اور فقہ و تفسیر کے علاوہ منطق و ریاضی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ کا علمی جلال اپنوں کے علاوہ غیروں پر بھی ظاہر و باہر تھا۔ آپ کی علمی جلالت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ برطانوی عہد حکومت میں تقریباً تین سالوں تک مناصب جلیلہ پر فائز رہے اور آپ نے مفتی سے لے کر صدر الصدور تک کے منصب کو زینت بخشی، یقیناً بڑے بڑے حکومت میں اتنے طویل زمانے تک عظیم منصب پر قائم رہنا ہر کس و ناکس کی طاقت نہیں۔ جنگ آزادی میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے فتوے جہاد میں آپ نے تصدیق بھی کی۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے ملازمت کے دوران حاصل شدہ املاک و جائداد کو ضبط کر لیا گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ فتوے جہاد کی وجہ سے کلہی مہینے تک آپ کو قید میں رہنا پڑا اور بعد میں رہا کر دیا گیا۔ آخر کار آپ کی روح ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء کو دہلی میں نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

*** مفتی کفایت علی کافی مراد آبادی:** آپ ایک باعمل عالم دین اور سچے عاشق رسول تھے۔ آپ ضلع بجنور کے معزز سید گھرانے کے فرد تھے۔ آپ گفتار و کردار کے پیکر تھے۔ یقیناً آپ بے پناہ فضل و کمال کے مالک تھے لیکن آپ کو امر بنانے والی چیز آپ کا جذبہ آزادی ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ آپ جنگ آزادی کے ایک فعال رکن تھے۔ آپ کے جذبہ حریت نے آپ کو لوگوں کے لیے مرکز نگاہ بنادیا تھا۔ مغل سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دل میں آپ کی عقیدت تھی۔ بہادر شاہ ظفر نے جہاد حریت کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے کے لیے آپ کو دہلی بلایا۔

آپ بھی جنرل بخت خان مولانا احمد اللہ شاہ مد راسی کے ساتھ انگریزوں سے معرکہ آرائی میں پیش پیش رہے۔ پھر ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء میں مراد آباد میں انگریزوں کے قابض ہونے کے بعد ۱۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء کو گرفتار کر کے مقدمہ قائم کیا گیا پھر مراد آباد جیل سے متصل ۶ مئی ۱۸۵۸ء کو پھانسی کی سزا بھی سنائی گئی۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ انگریزوں نے آپ کو قید خانے میں بڑی درناک اور رنج

افزا اذیتیں دیں جولائق بیان نہیں۔ آپ کی زبان پھانسی دیے جانے کے وقت بھی یوں عشق رسالت کا ثبوت پیش کر رہی تھی:

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
اطلس و کنخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر، خاکی کی کفن رہ جائے گا

ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چچھا
بلبلیں اڑ جائیں گی، سونا چمن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعت حضرت کا، زبانوں پر سخن رہ جائے گا

*** مفتی عنایت احمد کاکوروی:** آپ ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۸۱۳ء کو دیوہ ضلع بارہ بنگی میں پیدا ہوئے۔ آپ نسلاً قریشی اور مذہباً حنفی تھے۔ آپ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد علی گڑھ ہی میں اپنے استاذ مولانا بزرگ علی مارہروی کے وصال کے بعد ان کی جگہ مدرس ہو گئے اور بعد میں آپ نے منصب افتا کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔ ادب اور ریاضی میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد آپ سرکاری ملازم بھی ہو گئے اور علی گڑھ میں آپ کا تقرر منصف کے عہدہ پر ہوا پھر صدر امین بن کر بریلی شریف تشریف لے گئے۔ آپ بریلی شریف کے قیام کے زمانے میں انقلاب ۱۸۵۷ء کی حریت پسندوں کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۸۵۷ء کی کوششیں سرد پڑنے کے بعد بریلی، مراد آباد وغیرہ متعدد مقامات پر انگریزوں کے خلاف آپ نے جنگ میں حصہ لیا۔ اور حصہ لینے ہی کے جرم میں آپ کو گرفتار کر کے کالا پانی بھیج دیا گیا۔ آپ نے وہاں کتابیں لکھیں۔ آپ کو وہاں سے ۱۲۷۷ھ میں رہائی حاصل ہوئی۔ پھر سفر حج میں جدہ کے قریب جہاز کے ٹکرانے کی وجہ سے ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو جام شہادت نوش فرمایا۔

*** مولانا فیض احمد بدایونی:** آپ کی ولادت مولوی محلہ بدایوں میں ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۸ء میں ہوئی۔ آپ نے چودہ برس کی عمر میں علوم اسلامیہ کی تکمیل کی۔ سینئرل بورڈ آف رینیو میں آپ کی ملازمت تھی ساتھ ہی ساتھ اپنے زمانے کے مشہور و معروف عالم دین تھے اور زبان عربی کے بلند پایہ ادیب و شاعر تھے۔ آپ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ ردیسیائیت میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ جب انگریز عیسائیت کو فروغ دے رہے تھے اس وقت آپ پادریوں سے مناظرہ کرتے اور عیسائیت کا رد بلیغ کرتے۔ آپ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اہم کردار ادا کیا اور آخری معرکہ لکھنؤ (بدایوں) میں ہوا جس میں انگریزوں کا مشہور جرنیل پینی مارا گیا۔

باوقار سامعین!

علمائے کرام کی جاں فشانیوں کی ایک جھلک اختصار اور اجمال کے پیرایے میں سپردِ قسط اس کی گئی۔ حقیقی تاریخ کے چہرے کو مسخ کرنے کے سبب اب عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ یوم جمہوریہ، یوم آزادی یا دیگر مواقع پر جب قائدین آزادی کی یادوں کی پاکیزہ محفل سجائی جائے تو ایسا ہرگز نہ ہو کہ ۱۹۴۷ء کے قائدین کو یاد کیا جائے اور ۱۸۵۷ء کے ان حقیقی مجاہدین

کی بے مثال جاں فشانیوں اور قربانیوں کو فراموش کر دیا جائے جن کے ناقابل فراموش کردار کو مؤرخین کی کرم فرمائیوں کے سبب داغ دار بنانے کی کوشش کی گئی یا جن کی حقیقی جاں نثاری کو صفحہ تاریخ کی زینت ہی بننے نہ دی گئی۔ بلاشبہ ایسے مذکورہ مواقع پر سچے مجاہدین علمائے اہل سنت کی قربانیوں کو یاد نہ کرنا احسان فراموشی کی واضح دلیل ہوگی۔ لہذا ہم خود بھی تاریخ کے حقیقی اوراق سے آشنا ہوں اور دوسروں کے سامنے بھی انھیں پیش کریں۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں یہ باور کرانے کی بھی کوشش کریں کہ جب بھی مادر وطن پر آج آئی اسلام کے مقدس شہزادوں نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ خون کا آخری قطرہ بھی اپنے وطن کی حفاظت و صیانت کے لیے بہا کر وطن سے وفاداری کی لاجواب مثال پیش کی۔ معاشرے میں بسنے والے کسی شخص کے ذہن و فکر میں اگر یہ غلط خیال جنم لے رہا ہو کہ "ہندوستان ہمارا ہے یا ہندوستان کے عروج و ارتقا میں ہمارا ہی خون شامل ہے" تو اسے مصنوعی تاریخ کی تاریکی سے نکال کر حقیقی تاریخ کی روشنی میں لائیں، اس کی فکر و نظر کو منور کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور بزبان شاعر بھی یہ بتائیں:

ہر پھول ہمارا ہے ہر خار ہمارا ہے
ہم نے بھی لہو دے کر گلشن کو سنوارا ہے

سو ظلم کیے تم نے اک آہ نہ کی ہم نے
وہ ظرف تمھارا تھا یہ ظرف ہمارا ہے

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام کے شہزادوں نے نہ صرف آزادی کے موقع پر ناقابل فراموش کردار پیش کیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آزادی سے پہلے، آزادی کے وقت اور آزادی کے بعد بھی اپنی اہم خدمات، بے مثال جاں فشانیوں اور زریں کارناموں کے ذریعے اس گلشن عزیز کی آب یاری کی اور یہ ثابت کر دیا کہ "ہمارا بھی خون ہے شامل یہاں کی مٹی میں۔" یہ الگ سی بات ہے کہ آج اسی اسلام کے شہزادوں کو گونا گوں ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر ان کی صبح و شام کے اطمینان و سکون کو درد و کرب سے بدلنے کی بے انتہا کوششیں کی جا رہی ہیں۔ لہذا علمائے کرام کی پیش کی گئی قربانیوں سے درس عبرت حاصل کیا جائے اور غیروں کی ناپاک سازشوں کو چاک کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم اور فکرِ سلیم کی توفیق مرحمت فرمائے۔
آمین ثم آمین یا أرحم الراحمین

از

عطاء المصطفیٰ مصباحی گیاوی

۷۸۵۸۹۹۳۸۱۸